میر امین الدین خان ہروی تتوی کی علمی خدمات

ڈاکٹر عارف نوشاہی ☆

بلگرام کے ایک نامور عالم اور تاریخ گو شاعر میر عبدالجلیل بلگرامی (۱۰۷۱-۱۱۳۸ھ / ۱۶۶۰-۱۷۲۵ء) ۱۱۱۷ھ تا ۱۱۳۰ھ/۱۷۰۵ تا ۱۷۱۸ء سندھ میں دہلی دربار کے وقائع نویس رہے ہیں۔ بعد میں ان کے بیٹے میر سیّد محمد بلگرامی (۱۱۰۱-۱۱۸۵ھ/۱۶۹۰-۱۷۷۱ء) نے ان کی جگہ لی اور ۱۱۳۳ھ تا ۱۱۵۵ھ/۱۷۲۱-۱۷۴۲ء سندھ میں دربار دہلی کے لیے وقایع نویسی کرتے رہے۔ سیّد محمد بلگرامی نے اپنی تصنیف تبصرۃ الناظرین (فارسی) میں ۱۱۰۱ھ تا ۱۱۸۲ھ/۱۶۹۰ تا ۱۷۶۸ء ہندوستان میں رونما ہونے والے اہم سیاسی، تاریخی، ثقافتی، ادبی اور خاندانی واقعات سال بہ سال درج کیے ہیں۔ چونکہ مصنف اور ان کے والد مجموعی طور پر ۳۸ سال (۱۱۱۷ تا ۱۱۵۵ھ/۱۷۰۵-۱۷۴۲ء) سندھ میں مامور رہے۔ اس لیے اس کتاب میں سندھ میں پیش آنے والے کئی ہم عصر واقعات بھی قلم بند ہوگئے اور یوں یہ کتاب بارہویں صدی ہجری میں خاص سندھ کے حوالے سے ایک چشم دید دستاویز بن گئی ہے۔ اسی کتاب میں مصنف سال ۱۱۲۰ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھتا ہے۔

''وہم درین سال خان ذیشان امین الدین خان فوجدار سرکار بھکر کہ از ابناء امیر خان تتوی بود در عہد فوجداری خود در قصبہ سکھر کہ آن روی آب از قلعۂ بھکر است، مسجد عالی عمارت نمود۔ چنانچہ میر صاحب و قبلۂ جاودان [میر عبدالجلیل بلگرامی] تاریخِ تعمیر آن چنین فرمودہ اند:

خانِ ذیشان امین الدین خان ذکر فیضش بزبانہا مذکور
در رُخش نور نبی گشتہ عیان در کفش جودِ علی کردہ ظہور

☆ ادارہ معارف نوشاہیہ، ۶۹ ماڈل ٹاؤن، ہمک، اسلام آباد

سینہ اش مخزن اسرار ازل — شمع فانوس دلش لمعۂ نور
مسجدی کردہ بنا در سکھر — پاک تر از دل ارباب حضور
خانۂ دین خود آباد نمود — سعی او پیش خدا شد مشکور
سکھر از نسبت این مسجد شد — بلدۂ طیبۂ ربّ غفور
حبّذا مسجد فرخندہ بنا — در و دیوار وی آئینۂ نور
از دمِ صبح برآمد بہ بہ — برگچ او چو نظر کرد از دور
می سزد گر پی جاروبش چرخ — دستہ بندد ز سر کا کل حور
باہم آغوش مصلاش شدہ است — سجدہ در جبہہ کند رقص سرور
سال تاریخ چنین گفت خرد — مہبط نور چو بیت المعمور(1)

* اس مسجد کے آثار سکھر میں اب موجود ہوں یا نہ ہوں، لیکن اس کے بانی کے کچھ حالات اور تصانیف گذشتہ تین سو سال سے محفوظ چلے آ رہے ہیں اور ہم تک پہنچے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

میر امین الدین خان

امین الدین خان کے جدّ اعلیٰ میر ابوالقاسم نمکین (م١٠١٨ھ/١٦٠٩ء) کے والد ملّا میر سبزواری ہرات پر اُزبکوں کے قبضے کے بعد اپنا آبائی علاقہ ہرات چھوڑ کر قندہار آ بسے اور وہیں فوت ہوئے۔ ابوالقاسم نمکین قندہار ہی سے کابل کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے اور اکبر بادشاہ کے ملازم ہوئے۔ اکبری دور کے بعد جہانگیر کی طرف سے بھی مختلف صوبوں اور شہروں کی صوبہ داری اور پر فائز رہے۔ ان کا بیٹا میر ابو البقا مخاطب بہ امیرخان (م١٠٥٧ھ/١٦٤٧ء) بھی شاہجہانی دور میں مختلف سرکاری عہدوں پر کام کرتا رہا۔ میر ابوالبقا کثیر الاولاد تھے۔ ان میں سے ایک بیٹے میر ابوالمکارم شہود (م١٠٧٣ھ/٦٣-١٦٦٢ء) صاحبِ منصب بھی تھے اور صاحبِ قلم بھی۔ ان کے قلمی کارناموں میں مثنوی پری خانۂ سلیمان (فارسی) کا نام خصوصیت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ہمارے مقالے کی مرکزی شخصیت امین الدین خان انہی میر شہود کے چھ بیٹوں میں سے ایک ہیں۔ یہ خاندان میر ابوالقاسم نمکین

کے ہندوستان میں ورود کے وقت سندھ میں آباد ہوا۔ میر ابوالقاسم کی اولاد ''ساداتِ قاسم خانی'' کہلائی اور پھر اس کے بیٹے میر ابوالبقا امیر خان کے احفاد ''سادات امرِ خانی'' سے مشہور رہے۔ اس خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ امارت اور علمی فضیلت جمع رہی۔(۲) میر امین الدین خان اسی خاندان کا چشم و چراغ ہے۔

امین الدین نے اپنی تصنیف رشحات الفنون کے دیباچے میں اپنا نام ''امین الدین خان بن سیّد ابوالمکارم بن امیر خان الحسینی الہروی'' لکھا ہے۔(۳) لیکن میر علی شیر قانع تتوی (م۱۲۰۳ھ/۱۷۸۹ء) نے پورا نام ''امین الدین خان حسین'' لکھا ہے۔(۴) یہی نام روہڑی میں اس کی ساختہ مسجد کے کتبے میں بھی ہے۔

ع خان عالی شان امین الدین حسین حق شناس(۵)

خان کے ذاتی حالات بہت کم دستیاب ہیں۔ اس کے بارے میں صرف یہ معلوم ہے کہ وہ ۱۰۹۱ھ تا ۱۰۹۵ھ / ۱۶۸۰ تا ۱۶۸۴ء ٹھٹھہ میں دیوانی پر فائز تھا۔ ۱۱۰۲ھ میں بھکر سندھ میں تھا اور روہڑی [کے موجودہ محلہ قاضیاں] میں جامع مسجد بنوائی، جو اب تک قائم ہے۔(۶) ۱۱۱۴ھ/ ۳-۱۷۰۲ء میں صوبہ ٹھٹھہ کا عہدہ دار تھا۔ شہزادہ محمد معز الدین جب دوسری دفعہ سندھ پر حملہ آور ہوا اور کامیاب نہ ہوسکا تو میاں یار محمد مخاطب بہ خدا یار خان سے صلح کر لی اور اپنے چند نائب سندھ میں چھوڑ کر چلا گیا۔ جن میں سے امین الدین خان کو خان پور میں مقرر کیا۔ یہ تقریباً ۱۱۱۵ھ/۴-۱۷۰۳ء کی بات ہے جب امین الدین ٹھٹھہ سے خان پور گیا۔(۷) ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء میں بھکر کا فوجدار تھا اور اسی سال اس نے سکھر میں جامع مسجد بنوائی۔ ۱۱۲۳ھ/۱۷۱۱ء میں اس نے کتاب رشحات الفنون تصنیف کی۔ اس کی دوسری کتاب معلومات الآفاق میں چون کہ اورنگ زیر عالمگیر کی وفات (۱۱۱۸ھ) کا ذکر ملتا ہے اور خود امین الدین کی وفات ۱۱۲۷ھ میں واقع ہوئی اس لیے یہ کتاب بھی انہی سالوں کے درمیان لکھی گئی ہوگی۔ امین الدین خان کی قبر کوہ مَکلی ضلع ٹھٹھہ کے امیر خانی گورستان میں اب بھی موجود ہے۔(۸) یہ تھے امیر امین الدین خان کی حیات کے معلومہ سنین۔

اس کی سیرت کے بارے میں دو درجوں کی آراء موجود ہیں۔ ایک شاعرانہ، دوسری مؤرخانہ۔ شاعرانہ آرا میر عبدالجلیل بلگرامی اور ملاّ عبدالحکیم عطا کے قطعات تاریخ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ مؤرخانہ رائے قانع تتوی نے اپنی کتب مقالات الشعراء اور تحفۃ الکرام میں درج کی ہے جو زیادہ لائق توجہ ہے۔ بقول قانع: امین الدین خان ایک عالی قدر امیر تھا۔ زیادہ وقت کتب کے مطالعہ اور علماء کے ساتھ مجلس میں گذارتا۔(۹) اگر مشرق کے شاعروں کے کلام کو ہم محض زبان و بیان کا چٹخارا نہ سمجھیں اور اس قابل جانا جائے کہ شاعر کے ذاتی حالات کو اس پر منطبق کیا جا سکتا ہے تو ہم میر امین الدین خان امیر ٹھٹھہ و فوجدار بھکر کے یہ اشعار نمونے کے طور پر پیش کریں گے:

افسوس کہ بے دوست ہمہ عمر بسر رفت
در صرفۂ کار شُتر و اُستر و خَر رفت
حالات ہمہ صرفِ خز و اطلس و دیبا
اوقات ہمہ در طلبِ نقرہ و زر رفت

امین الدین خان کی فارسی خدمات و تصانیف

امین الدین نے علمی و ادبی ذوق وراثت میں پایا جاتا تھا۔ کتب کے مطالعہ اور علما کی صحبت نے اسے فارسی کا شاعر اور مصنف بنایا۔ اس کا دیوان تو محفوظ نہیں ہے --- اگر اس نے دیوان مرتب کیا تھا --- لیکن اس کا جو مختصر کلام قانع نے مقالات الشعراء میں محفوظ کیا ہے اس سے اس کی پختگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ البتہ اس کی دو مستقل فارسی تصانیف صحیح و سالم اور مکمل حالت میں اب تک گردش روزگار سے محفوظ چلی آ رہی ہیں۔ ایک رشحات الفنون، دوسری معلومات الآفاق۔

۱۔ رشحات الفنون

یہ کتاب ایک طرح سے چھوٹا سا دائرۃ المعارف یعنی انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں مصنف نے مختلف عقلی اور نقلی علوم کے مضامین مختصر عبارتوں میں لکھ دیے ہیں تاکہ ہر فن کے طالب علموں کے لیے مفید واقع ہو اور فارسی پڑھنے والوں کو حصول علم میں سہولت ہو۔

اسی مناسبت سے اس نے کتاب کا نام ''رشحات الفنون'' (فنون کے قطرے) رکھا جس کے اعداد ۱۱۲۶ بنتے ہیں۔ پھر خود ہی بتایا کہ اگر اس نام سے جہالت کا سر کاٹ دیا جائے تو تاریخ تصنیف معلوم ہوگی۔ جہالت کے سر سے مراد حرف جیم ہے جس کے اعداد تین ہیں اور یوں تاریخ تصنیف ۱۱۲۳ھ قرار پاتی ہے۔ مصنف نے کتاب کے سولہ ابواب قائم کیے ہیں۔ ہر باب کو ''رشحہ'' کا نام دیا ہے اور ان میں سولہ مختلف علوم مندرجہ ذیل ترتیب سے متعارف کروائے ہیں:

۱۔ تفسیر، ۲۔ حدیث، ۳۔ شعب ایمان، ۴۔ عقائد و کلام، ۵۔ اصول فقہ، ۶۔ فروع فقہ، ۷۔ تصوف، ۸۔ تعریف حکمت و منطق و اقسام آن، ۹۔ طب، ۱۰۔ حکمت عملیہ، ۱۱۔ نحو، ۱۲۔ صرف، ۱۳۔ معانی، ۱۴۔ بیان، ۱۵۔ بدیع، ۱۶۔ تاریخ اور آخری مضمون بہ عنوان ''تنویر'' جس میں سیرت النبی ﷺ کا بیان ہے۔ یہ وہ فہرست مضامین ہے جو مصنف نے کتاب کے دیباچے میں درج کی ہے اور عنوانات قائم کیے ہیں۔ لیکن کتاب کی ورق گردانی سے پتا چلتا ہے کہ آخری مضمون یعنی سیرت النبی کے بعد بھی کچھ مفید مضامین جاری ہیں جن کا ذکر دیباچے میں نہیں ہوا۔ جیسے ذکر خلفائے راشدین، ذکر ائمہ معصومین، مہدی موعود کے بارے میں اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ، مناقب اہل صفہ، اصحاب کبار احمد مختار، ذکر مشائخ عظام، ذکر عارفات نساء، ذکر مشائخ ہند، ذکر حکماء الاسلامیین، ذکر ملوک بنی امیہ، ذکر خلفائے عباسیہ، ذکر سلاطینی کہ ہنگام دولت در اطراف جہان بودند، ذکر ملوک روم، شرفاء مکہ و مدینہ، خانان ترکستان، ملوک ایران، ملوک ہندو سلاطین ہند (اس ضمن میں ذکر حکام سند)، اس کے بعد امیر تیمور گورگانی اور ہندوستان میں اس کی اولاد جو تخت و تاج کی مالک ہوئی ان کا نسل درنسل تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ اورنگ زیب کی وفات (۱۱۱۸ھ) پر ختم ہوتا ہے۔ خود مصنف نے اورنگ زیب کی وفات کا مادہ تاریخ دخل الجنۃ نکالا ہے۔

مصنف سندھ کا رہنے والا ہے اور سرکاری عہدہ دار ہے، اس سے ہمیں ایک طرح کی توقع رہتی ہے کہ وہ کتاب کے بابِ تاریخ میں سندھ کے حوالے سے کوئی نادر معلومات مہیا کرے گا۔ لیکن سندھ کے بارے میں کوئی غیر معمولی اطلاع نہ دے کر اس نے ہمیں مایوس کیا ہے۔ بے شک ہندوستان کے مغل بادشاہوں کے واقعات کے ضمن میں مصنف نے کہیں

کہیں سندھ کے منصب داروں اور واقعات کا ذکر کیا ہے مگر یہ سب معلومات اس کی پیشرو تواریخ مغلیہ میں بھی دستیاب ہیں۔ مصنف نے جہاں مشائخ ہند کے اسماء درج کیے ہیں وہاں سندھ کے حوالے سے شیخ عیسیٰ سندی برہان پوری کا صرف نام ملتا ہے۔ ملوک ہند و سلاطین ہند کے ضمن میں ''حکام سند'' کا ذیلی عنوان بھی موجود ہے جس میں سندھ پر محمد بن قاسم کے حملے سے لے کر مرزا جانی بیگ ترخان تک حکامِ سندھ کے نام اور مدّتِ حکومت درج ہے اور بس۔

سیّد حسام الدین راشدی صاحب نے تذکرۂ امیرخانی کے ایک باب میں اس خاندان کے عقائد کے بارے میں تفتیش کی ہے اور بتایا ہے کہ اس خاندان کے کچھ لوگ سنّی تھے اور کچھ شیعہ اور آخر میں یہ لکھا ہے کہ اس گھرانے کا علمی سرمایہ محفوظ نہ رہ سکنے کے سبب مذہبی اعتقادات کا پورا جائزہ لینا محال ہے۔(۱۱) امین الدین خان کے مذہبی عقائد کا انہوں نے ذکر نہیں کیا۔ رشحات الفنون میں اس نے خلفاء راشدین کا ذکر پورے القاب کے ساتھ کیا ہے جیسے ''افضل الصحابہ و اوّلہم بالتصدیق حضرت ابو بکر صدیق''، ''الناطق بالحق والصواب حضرت عمر فاروق بن الخطاب''، ''جامع القرآن حضرت عثمان ذی النورین بن عفان''۔ ان اصحاب ثلاثہ کا اس نے مختصر ذکر کیا ہے۔ بہ مقابلہ ''اسداللہ الغالب و مطلوب کل طالب امیر المؤمنین علی مرتضی بن ابی طالب'' کے۔ خلفاء راشدین کے ذکر کے فوراً بعد اس نے ذکر ائمہ معصومین کا عنوان باندھا ہے اور یہاں ایک بار پھر حضرت علیؓ کا ذکرِ جمیل کیا ہے۔ اس دفعہ واقعاتِ تاریخی نہیں لکھے بلکہ ادبی اور عقیدتی رنگ میں محض فضائل بتائے ہیں۔ پھر ترتیب وار دیگر اماموں کے حالات لکھے ہیں۔ یہ تذکرہ لکھ چکنے کے بعد اس نے ایک عنوان ''فصل در بیان اعتقاد اہل سنت و جماعت'' قائم کیا ہے جس میں مہدی موعود کے بارے میں اہلسنت و جماعت کے عقائد بیان کیے ہیں اور اس میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ھ کے ماہ محرم کے عاشورا کے دن اُن کا ظہور ہوگا۔ (ہم بھی اپنے زمانے میں یہی بات سنتے چلے آ رہے ہیں کہ سنہ ۱۴۰۰ ہجری پر کاروبارِ دنیا ختم ہو جائے گا اور بس چودہ صدیاں ہی ہیں!!) بہرحال رشحات الفنون کے مضامین اور مطالب سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ امین الدین خان سنّی العقیدہ تھے لیکن اسلاف میں چونکہ تشیّع کی روایت تھی اس لیے

حضرت علیؓ اور دیگر گیارہ اماموں کے حالات اور مناقب لکھنے میں قدرے مبالغے سے کام لیا ہے۔

رشحات الفنون کی افادیت سوائے اس کے اور کچھ نظر نہیں آتی کہ مصنف نے متداول علوم کی تعاریف اور اصطلاحات کی تشریحات اور بعض تاریخی تراجم کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اس نوعیت کی متعدد کتابیں جو برصغیر میں تصنیف ہوئیں ہمیں مل جاتی ہیں۔(۱۲) انہیں موجودہ انسائیکلو پیڈیاؤں کی ابتدائی شکل کہنا چاہیے۔ مصنف نے جن علوم کو اپنی کتاب میں یکجا کیا ہے، ظاہر ہے وہ خود ان سب کا فرداً فرداً عالم نہ تھا اور یہ مضامین اس نے دوسری کتابوں سے اقتباس کیے ہیں۔ لیکن مصنف نے۔ جیسا کہ عام طور پر قاعدہ ہوتا ہے۔ دیباچے میں اپنے مآخذ کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم بیچ بیچ میں اِکا دُکا مآخذ کا نام لیا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ یہ اس کے براہ راست مآخذ ہیں یا بالواسطہ۔ مثلاً رشحہ ہشتم در تعریف حکمت میں ایک جگہ اس نے لکھا ہے ''این خلاصۂ تحقیقی است کہ سیّد [شریف] جرجانی درحاشیۂ مطالع از محققینِ قدماء نقل می فرماید''۔ رشحہ شانزدھم در علم تاریخ میں اس نے تاریخ طبری اور روضتہ الصفا کے حوالے دیے ہیں۔

یہ کتاب ابھی تک طبع نہیں ہوئی(۱۳) اور صرف مخطوطات کی صورت میں ملتی ہے۔ اس کے معلومہ نسخے حسب ذیل ہیں:

۱۔ خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ، مکتوبہ ۱۱۷۳ھ۔(۱۴)

۲۔ ملا فیروز لائبریری، بمبئی، مکتوبہ ۱۲۶۵ھ۔(۱۵)

۳۔ برٹش میوزیم لندن، نمبر OR۔۲۰۶۰ جس کی تفصیل راشدی صاحب نے ریو کی فہرست سے نقل کی ہے۔(۱۶)

۴۔ کتاب خانۂ دانشکدۂ ادبیات و علوم انسانی دانشگاہ تہران، نمبر ادبیات ۶۸ ج، مکتوبہ ۱۲۵۸ھ۔(۱۷)

۵۔ کتاب خانۂ مجلس، تہران، نمبر ۲۱۸۹۔ بلا تاریخ(۱۸)

۶۔ ایک قلمی نسخہ راقم السطور کے پاس ہے۔ نمبر۶۳۔ یہ معمولی نستعلیق میں ۸۲ اوراق میں لکھا گیا ہے۔ بعض مقامات سے کرم خوردہ ہے۔ ترقیمے کی عبارت حسب ذیل ہے:

قد اختتم هذہ النسخۃ فی السفر بلدۃ بہاول بور فی سلخ الصفر علی یدشا لقہا فی ایام قلیلہ سنۃ ۱۱۹۷ غ غ ک مالکہ الحقیقی والمجازی، بندہ مرتی غلام رضا''۔ نسخے پر اوّل و آخر میں ''عبدہ شاہ نواز خان ۱۲۳۷'' کی مہر ثبت ہے۔

۲۔ معلومات الآفاق

اس کتاب کی نوعیت بھی وہی ہے جو رشحات الفنون کی ہے۔ یعنی یہ بھی چھوٹا سا دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) ہے البتہ اس میں جغرافیائی معلومات کا دیگر مضامین پر غلبہ ہے۔ اس میں روئے زمین پر مختلف علاقوں کی جغرافیائی معلومات، حیوانات، نباتات اور دیگر عجائب و غرائب کا تذکرہ ہے۔ لیکن کتاب کا آخری حصہ بہت اہم ہے جس میں ہندوستان کے مغلیہ دور کے انتظامی ڈھانچے کی تفصیلات مہیا کی گئی ہیں۔ چوں کہ حسام الدین راشدی مرحوم نے کتاب کے تمام مندرجات کی فہرست فراہم کر دی ہے[۱۹] اور یہ کتاب دوبار شائع بھی ہو چکی ہے اور دستیاب ہے اس لیے یہاں تفصیلات سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ اس کی دونوں اشاعتیں مطبع منشی نول کشور، لکھنو سے بالترتیب ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء اور ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں عمل میں آئیں۔ دونوں ۱۹۸ صفحات پر مشتمل ہیں اور ایک جیسی ہیں۔ البتہ یہاں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ایک قلمی نسخہ کا ذکر مفید معلوم ہوتا ہے جو ۲۳ جمادی الثانی ۱۱۲۷ھ میں محمد صالح تقوی نے کتابت کیا۔ اس میں ایک سو تصاویر ہیں۔ اس کا نمبر APG2 ہے۔[۲۰] چونکہ اس کتاب میں بھی عالمگیر کی وفات (۱۱۱۸ھ) کا ذکر ہے اور خود مصنف کی وفات ۱۱۲۷ھ میں واقع ہوئی ہے اور نسخۂ لاہور کا سنۂ کتابت بھی جمادی الثانی ۱۱۲۷ھ ہے لہذا اس کی تصنیف کے زمانے کا تعین ۱۱۱۸ اور ۱۱۲۷ھ کے درمیان کوئی سال ہونا چاہیے۔

حواشی

۱۔ بلگرامی، میر سید محمد، تبصرۃ الناظرین، خطی، ذخیرۂ پیر حسام الدین راشدی، مخزونہ قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد، (پرانا نمبر ۱۰۵۵۷)۔

۲۔ محقق سندھ سیّد حسام الدین راشدی (م ۱۹۸۲ء) نے سندھ کے اس علمی اور تاریخی خاندان کے مفصل حالات پر مشتمل ''تذکرۂ امیر خانی'' سندھی زبان میں لکھا ہے (شائع کردہ سندی ادبی بورڈ،

حیدر آباد سندھ، ۱۹۶۱ء، ۳۷۲ صفحات +۵۵ صفحات مشتمل بر تصاویر)۔ اس تذکرے میں اس خاندان کے تاریخی اور ادبی حالات کے علاوہ ان کے آثار باقیہ (عمارات، قبرستانوں، کتبوں) کی تفصیلات اور تصاویر بھی نہایت محنت سے جمع کی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ راشدی مرحوم کی فراہم کردہ تحقیقات پر قابل ذکر اضافہ کرنا دشوار ہے۔ میرے پیش نظر یہ کتاب رہی ہے۔ راشدی صاحب نے اپنے اردو مقالے ''میر ابوالقاسم خان نمکین اور اس کا خاندان'' مندرجہ رسالہ ''تاریخ و سیاسیات'' کراچی بابت اپریل ۱۹۵۱ء میں بھی مفید معلومات فراہم کی ہیں لیکن یہ ان کی کتاب کے مقابلے میں پرانی اور نامکمل ہیں۔ یہاں میں اپنے مہربان غلام محمد لاکھو صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے ضلع نوابشاہ میں اپنے ذاتی ذخیرۂ کتب سے یہ دونوں ماخذ میرے استفادہ کے لیے اسلام آباد روانہ کیے۔

۳۔ رشحات الفنون، خطی، نسخۂ راقم السطور عارف نوشاہی، اسلام آباد، مورخہ ۱۱۹۷ھ، ص ۲

۴۔ تحفۃ الکرام، بخش اول از مجلد سوم، بہ اہتمام و حواشی سیّد حسام الدین راشدی، سندی ادبی بورڈ، حیدر آباد سند، ۱۹۷۱ء، ص ۳۴۵

۵۔ ایضاً، ص ۳۴۹ حاشیہ

۶۔ حسام الدین راشدی مرحوم ۲۸ مارچ ۱۹۷۰ء کو خود روہڑی گئے اور اس مسجد کے کتبے نقل کیے اور تصویریں بنائیں۔ کتبوں کے متن اور تصاویر کے لیے ملاحظہ ہو: تحفۃ الکرام، ص ۳۴۹-۳۵۰ حاشیہ، ۵۷۱-۵۷۴

۷۔ تحفہ الکرام ۳۴۵-۳۴۹، تذکرۂ امیر خانی، ص ۳۳۳-۳۳۴، ۳۵۹

۸۔ سیّد حسام الدین راشدی نے امین الدین خان کی قبر اور الواح قبر کی تصویریں اور نقلیں اپنی مختلف تحقیقات میں شائع کی ہیں۔ ملاحظہ ہو: مقالات الشعراء تالیف قانع تتوی، بہ اہتمام حسام الدین راشدی، حیدر آباد سند، ۱۹۵۷ء، ص۲۳، تذکرۂ امیر خانی، ص ۲۰۷،۲۷۵، تصویر نمبر ۶۹، ۷۰، ۷۱، مکلی نامہ تالیف قانع تتوی، بہ اہتمام سید حسام الدین راشدی، حیدر آباد سند، تصاویر نمبر ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، تحفہ الکرام، ص ۵۷۰

۹۔ تحفہ الکرام، ص ۳۴۶

۱۰۔ مقالات الشعراء، مذکور

۱۱۔ تذکرۂ امیر خانی، ص ۳۳۴-۳۳۶

۱۲۔ اس نوعیت کی کتابوں کے کوائف کے لیے ملاحظہ ہو: احمد منزوی، فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء، جلد اول، صفحات ۸۰۳ تا ۸۴۲

۱۳۔ راقم السطور جب ۹۵-۱۹۹۴ء میں تہران میں مقیم تھا تو وہاں کتاب خانۂ مرکزی دانشگاہ تہران کی کارکن خاتون نادرہ سلیمانی سے ملاقات ہوئی جو رشحات الفنون مرتب کر رہی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے مصنف کے حالات طلب کیے جو میں نے تہران میں دستیاب واحد مأخذ ڈاکٹر ظہور الدین احمد کی کتاب ''پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ'' طبع لاہور، ۱۹۷۷ء جلد سوم صفحات ۸۱۷-۸۲۴ کی عکسی نقل کی صورت میں انہیں مہیا کر دیے۔ غالباً خانم سلیمانی کا یہ کام کسی تعلیمی مقصد کے لیے تھا، اشاعت کے لیے نہیں۔ کیوں کہ اس کی اشاعت کی خبر تا حال تہران سے نہیں پہنچی۔

۱۴۔ مرآۃ العلوم، پٹنہ، ۱۹۲۵ء، جلد اول، ص۱

۱۵۔ Catalogue Raisonne of the Arabic, Hindostani, Persian and Turkish Mss. in the Mulla Firuz Library, by Edward Rehatsek, Bombay, 1873, p.201

۱۶۔ تذکرۂ امیر خانی، ص۱۹۶-۲۰۰

۱۷۔ احمد منزوی، فہرست نسخہ ھای خطی فارسی، تہران، ۱۹۶۹ء، جلد اوّل، ص ۶۶۹

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ تذکرۂ امیر خانی، ص ۲۰۰-۲۰۳

۲۰۔ فہرست مشترک نسخہ ھای خطی فارسی پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء، ج۱۰، ص۲۵۔

[illegible]

يا ارحم الراحمين وسلم عليهم تسليما كثيرا كثيرا قد

الختم هذه النسخة في السنة مبدء

[illegible]

[illegible]

في ايام

[illegible]